

قیامِ امن میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

Khawaja Moeen-u-Deen's (R.A.) Role in the Establishment of Peace

Muhammad Fareed Ahmad

Lecturer, Department of Urdu,

Municipal Degree College, Faisalabad

Abstract

This article discusses the way of teachings Khawaja Moeen-u-Deen Chisti Ajmare (Rahmatullah Elay) for the promotion of peace. His humility, good conduct, concept of brotherhood and dignity of human beings irrespective of cast and religion were those striking qualities which made him a dignified personality to attract people towards Islam.

His teachings of love and affection without religious distinction in favour of the crushed people against the cruel and barbarous rulers of that time caused harmony and peace in the related regions.

Key Words: Khawaja Moeen-u-Deen Chishti, Peace, Religious Distinction

دنیا کا ہر مہذب معاشرہ نہ صرف قیامِ امن کا خواہاں ہے بلکہ تابقد و رقا نین اور عملی ذرائع برائے کار لاراس کی بھالی کے لیے بھی مصروف عمل ہے۔ امن کا ماحول انفرادی اور اجتماعی سطح پر افراد اور معاشروں کی

بنیادی ضرورت ہے کیونکہ ترقی اور خوشحالی کا خوب امن کے بغیر شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ غار کے دور کے انسان سے لے کر زمین و آسمان پر ٹیکنا لو جی کی بدولت کمندیں ڈالنے والا آج کے دور کا انسان بھی قیامِ امن کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشش ہے۔ قیامِ امن کے حصول کے لیے جہاں عمدہ قوانین کے اجراء اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے وہیں اس کی بجائی کے لیے کسی معاشرے کے افراد کی اخلاقی و معاشرتی تعلیم و تربیت بھی از حد ضروری خیال کی جاتی ہے۔ بعض اوقات مؤخر الذکر اقدام کی افادیت و اہمیت با اثر اور دیر پا ثابت ہوئی ہے۔ صوفیا کرام بھی تا حالیات اس اصول پر کافر فرمائے۔

قیامِ امن کی ضرورت و اہمیت فرشتوں کے ان خدشات سے بھی متشرع ہے جس کا اظہار انہوں نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت خدا کے حضور یوں کیا:

”قَالَ اللَّهُ أَنْجَعَلُ فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ“^(۱)

”انہوں نے کہا تو زمین میں (خلیف) اس کو مقرر کرے گا جو فساد برپا کرے گا اور اس میں خونزیزیاں پیدا کرے گا۔“

خدا تعالیٰ کا فرشتوں کو جواب:

”قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ“^(۲)

کہ ”یقیناً جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔“

جہاں تخلیق آدم علیہ السلام خدا کی ہزار ہا مصلحتوں کا غماز ہے وہیں فرشتوں کے لیے ان کے خدشات کا یہ جواب بھی ہے کہ اس کے برگزیدہ بندے زمین پر امن و آشتی کا باعث بھی ہوں گے۔

قرآن مجید اور متعدد احادیث مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب کی وعدہ بھی ہے جو

انسانیت پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔

”وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أَوْ لَشَكُّ هُمُ الْحُسْرُونَ“^(۳)

”اور جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔“

قیامِ امن کے سلسلہ میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے ارشادات، اقوال اور مشرکین کے ساتھ متعدد معاهدات اس حوالہ سے اہمیت کے حامل ہیں۔ بھارت مدنیت کے بعد مدنیت کے یہود یوں کے ساتھ پہلا دستوری معاهدة ”یثاق مدنیت“ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مدنیت کی حفاظت کے تناظر میں تحریر کرا یا گیا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس معاهدے کی اہمیت اور چند اہم نکات کو ”سیرت النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ“ میں یوں تحریر کرتے ہیں:

”جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معابدہ لکھوا یا جس کو دونوں فریقوں نے منظور کیا اور یہ معابدہ ”ابن ہشام“ میں پورا مذکور ہے، خلاصہ یہ ہے:

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ مدینہ پر حملہ ہو گا تو دونوں فریق شریک یہ گر ہوں گے۔^(۲)

خدا کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ﷺ کے بعد دینِ اسلام کی آبیاری اور اشاعت کے سلسلہ میں صوفیائے کرام کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ انہوں نے انسان دوستی، رواداری، ملنساری، خوش مزاجی، کشاورزی اور بلا تفریق رنگ و مذہب جس طرح لوگوں کے دلوں کو تغیری کیا ہے، پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ لوگوں میں گھل مل جاتے اور ان کی پریشانیوں، مصیبتوں اور محرومیوں کو دور کرنے کی مقدور بھروسہ کرتے۔ ان سے اپنا بیت اور محبت کی بدولت ہر مذہب کے لوگ ان کے گرد جمع ہوتے اور ان کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل پیرا ہوتے۔ علماء اور امرا کے بر عکس وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق ”اردو کی نشوونما میں صوفیہ کرام کا کام“ میں صوفیہ کرام کی ایسی ہی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں:

”علماء امرا بلکہ حکومتوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتا جو فقیر اور درویش کر گزرتے ہیں۔

بادشاہوں کا دربار خاص ہوتا ہے اور فقیر کا دربار عام ہے جہاں بڑے چھوٹے، ایم غریب، عالم جاہل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ بادشاہ جان و مال کا مالک ہے۔ لیکن فقیر کا قبضہ دلوں پر ہوتا ہے۔^(۵)

اپنی مخلصانہ، ہمدردانہ اور مشفقة نہ کاوشوں اور طرزِ عمل کے ذریعہ سے جن صوفیائے کرام نے ہندوستان اور اس کے گرد نواح میں اسلام کو عالمگیر دین کے طور پر امن کی علامت کے طور پر پیش کیا ان صوفیائے کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صوفیہ کرام کی کثیر تعداد میں فروعِ اسلام کے سلسلہ میں نام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ آپ کی تربیت، حسن اخلاق، رواداری، پیغامِ مساوات اور غریب نوازی کے ذریعہ سے نہ صرف دینِ اسلام کو ترقی اور توسعہ حاصل ہوئی بلکہ متعلقہ نحطہ جات بالخصوص ہندوستان کے طول و عرض میں امن و آشتی کو بھی فروع ملا۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ قصہ سنجیر (ایران) میں ۱۱۲۹ء / ۵۳۶ھ / ۱۱۳۳ء ارجمند المرجب کو مشائخ کبار خواجہ غیاث الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ مرجب سال کی عمر تک آپ کے بہ طابق ۱۱۲۹ء میں وصال فرمایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الورع ہے۔ پندرہ سال کی عمر تک آپ کے والدین آپ کو داغ مغارقت دے کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی پیدائش کے وقت خراسان میں فتنہ و فساد، خون ریزی اور ظلم و ستم اس قدر بڑھا کہ کسی کی جان اور عزت محفوظ نہ رہی۔ والدین کی وفات کے وقت آپ کے حصہ میں ایک باغ اور پنچ کھنڈی آئی جسے ایک مجدوب شیخ ابراہیم فندوزی سے ملاقات کے بعد تیسرے ہی دن فروخت کر دیا۔ بغداد تشریف لائے اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کے بعد قصہ ہارون میں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور ان سے تعلیم و تربیت کا فیضان جاری رہا۔ مختلف ممالک کا سفر طے کرتے ہوئے اولیائے کرام سے فیض حاصل کرتے رہے اور آخر کار ہندوستان تشریف لائے جہاں سب سے پہلے پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں حضرت سید علی بھویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلہ کشی کی۔ آپ شاعری سے بھی لگا و رکھتے تھے۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور آپ نے ایک شعر بھی کہا جو ۱۰ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی عوام کے دلوں پر نظر ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصان را پیر کامل، کاملان را رہنمَا

سید علی بھویری کے مزار اقدس پر چلہ کشی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اجیر کی طرف روانہ ہوئے جہاں اس وقت پڑھوی راج چہاں برسا قدر تھا جو شہاب الدین نوری کو ایک بار پیچھے ٹھنے پر مجبور کر چکا تھا۔ صوفیائے کرام اور والدین کی تربیت کا اثر تھا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اول عمری سے ہی دوسروں کی تکالیف، مصیبتوں اور مظالم کو دیکھ کر آزدہ ہو جاتے تھے۔ آپ جنوبی ایران کے علاقہ سیستان میں پیدا ہوئے جہاں پُرآشوب حالات نے تاتاریوں کے ہملے کے بعد خراسان اور سیستان کو تاراج کر دیا تھا۔ تاتاریوں کے گروہ ”غز“ نے سلجوقی خاندان کے حکمران سلطان سنجیر کو شکست دی اور وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ عبادت گزار اور صاحب ثروت والد آپ کو سیستان سے خراسان لے گئے مگر حالات وہاں بھی بہتر نہ ہوئے۔ ”خراسان“ اور ”طوس“ کو اس طرح لوٹا گیا کہ یہاں کا کوئی حامی اور نگران باقی نہ رہا۔ خواتین کی عصمت دری ہوئی اور انہیں لڑکوں کے ساتھ باندی اور غلام بنایا گیا۔ مساجد منہدم کر دی گئیں اور

یہاں پناہ لینے والوں کو بے رحمی سے شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت تیرہ سال تھی۔ لوگوں پر ظلم و ستم اور بہیانہ سلوک پر آپ افسرہ رہتے کیونکہ آپ کو خلوقِ خدا سے بہت انس تھا۔ ان حالات پر کڑھتے ہوئے آپ نے اپنے والدگرامی سے سوال پوچھا:

”بابا! مترم! خون مسلم کی یہ ارزانی کب تک رہے گی؟“

نوع مرفرز نہ کا یہ سوال سن کر حضرت خواجہ غوث الدین رحمۃ اللہ علیہ ورنے لگتے۔ میں یہ شمر بار موسਮ اور یہ خونی ہوا تھیں اہل ایمان کے لیے آزمائش ہیں۔ تمہیں صبر کرنا ہی پڑے گا۔“ (۶)

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو غریبوں، محتاجوں اور بے آسر الوگوں سے بے انتہا انس تھا۔ یہ لگا کہ انہیں بچپن سے ہی تھا۔ ایک بار عید کے روز آپ نے کسی بچے کو پھٹے پرانے کپڑے پہننے دیکھا تو اپنے نئے کپڑے اسے پہنادیے اور اس کے پرانے اور میلے کپڑے خود پہن لیے۔ اس کے ساتھ عید کی نماز پڑھی اور دلی خوشی اور سکون محسوس کیا۔ وراشت میں ملنے والی پنچکی اور بھجروں کے باعث کو پیچ کر قم غرباً اور نادریوں میں تقسیم کر دی۔

”جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا حیرانی اور دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس واقعہ کے تیرے روز اپنی تمام املاک فروخت کر کے قیمت فی سبیل اللہ تقسیم کر دی۔ معمولی اور ضروری سامان سفر تیار کر کے دوست و احباب، عزیز و اقارب کی محبت بالائے طاق رکھ کر طعن عزیز کو خیخ باد کہہ دیا۔“ (۷)

صوفیائے کرام کے کسی قول اور عمل سے کسی کو اذیت اور نقصان تو دور کی بات وہ تو خود مخلوقِ خدا پر رکھے جانے والے ناروا سلوک اور ظلم و تشدد کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔ وہ ظالم کے دربار میں کلمہ حق کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب افغانستان کے شہر سبزوار میں مقیم ہوئے تو مقامی لوگوں نے وہاں کے گورنر یادگار محمد کے رعایا پر ظلم و ستم کا ذکر آپ کے سامنے کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ بہت سے لوگ اس کے ظلم و تشدد سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ شہروں اس کے مظالم سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی درد بھری صدائیں سن کر فوراً یادگار محمد کے دربار پہنچ گئے۔ دربان نے جا کر بتایا تو یادگار محمد گورنر کے دربار میں پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ وہ روٹی یا کپڑے کی خیرات لینے نہیں آئے بلکہ اس لیے آئے ہیں اور آج موت نے انہیں خاک میں ملا دیا ہے۔ خواجہ

معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کا جلال اور رب عرب گورنر پر اس پر قدر طاری ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی نہ سکا۔ علامہ محمد اقبال حیثیت کی غزل کا یہ شعر گورنر کے دربار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی اور جرأۃ مندی کی ترجیحی کرتا ہے:

آئیں جو اندر داں حق گوئی و بیبا کی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو بابی! (۸)

خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ کہہ کر تشریف لے آئے۔ اس کے بعد پھر مظلوموں نے اپنی آنکھوں سے گورنر یادگارِ محمد کو دیکھا کہ وہ شرمندہ اور عاجز ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے حضور معاافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی وہ کسی پر ظلم و ستم نہیں کرے گا۔ آپ نے گورنر یادگارِ محمد کے لیے دعا فرمائی اور اس کے لائے ہوئے تھائے اور نذر انوں کو اپنے لیے قبول نہیں فرمایا بلکہ وہ محتاجوں اور غرباً میں تقسیم فرمادیے۔ گورنر یادگارِ محمد جب تک زندہ رہا سبزدار کی عوام کے لیے فلاح و بہبود اور امن و آشنا کا باعث رہا۔

صوفیہ کرام نے جس جگہ بھی سکونت اختیار کی وہاں کی تہذیب پر بھی انہت اثرات مرسم کیے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں صوفیہ کرام نے تبلیغ کے سلسلہ میں اخوت، رواداری، فیاضی، حسن سلوک، شفقت، درگزر اور سادگی و پاکیزگی کا ایسا باعمل نمونہ پیش کیا کہ صدیوں پر محیط طرزِ کہن اور طرزِ حیات نے مہذبانہ لبادہ اوڑھ لیا۔ کسی علاقے کی قدیم تہذیب اس وقت تبدیلی کے مراحل سے گزرتی ہے جب سابقہ طریقوں سے بہتر قوانین اور طرزِ عمل لوگوں کی سوچ اور خیالات کو عملی طور پر منتشر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے روشن خیالی والے جو رہنمای اصول لوگوں کے سامنے پیش کیے وہ نہ صرف امن عامدہ میں معاون ثابت ہوئے بلکہ وہاں کی تہذیب و تمدن کا بھی مستقل حصہ بن گئے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ نے اور آپ کے مریدین نے ایران، افغانستان اور ہندوستان میں ترویجِ اسلام کے لیے اس قدر اعلیٰ اخلاق اور رواداری کا مظاہرہ کیا کہ وہاں کی تدبیح تہذیب اور طور طریقے ریت کی دیوار ثابت ہوئے اور مسلم تہذیب و ثقافت نے وہاں اپنی جڑیں مضبوط کر لیں۔ عبدالجید سالک مسلم ”تہذیب ہندوستان میں“ میں کچھ ایسے ہی خیالات کو پیش کرتے ہیں:

”ہندوستان کے مختلف گوشوں میں دس گیارہ صدیوں تک ہزار ہا صوفیہ اور مبلغین نے کام کیا ہو گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کا فقیری جمود ٹوٹ گیا۔ جاہلائے ضعیف الاعتقادی، اوہاں

پرستی، ذات پات کے امیاز، چھوٹ چھات، شرک و انکار کی گھٹائیں جو صدیوں سے اس بدنصیب ملک پر چھائی ہوئی تھیں، چھٹ گئیں اور شرف انسانیت کا سورج طلوع ہوا۔ عقیدہ توحید اور مساوات انسانی کی مقبولیت عامہ کے باعث ہندوؤں کے مذاہب کی بنیادیں بل گئیں۔ تلقین اخلاق، تصوف اور تبلیغ اسلام میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام غالباً ہندوستان بھر کے اوپر میں زیادہ مشہور ہے۔^(۹)

صوفیا کرام نے اپنے حسن اخلاق اور بھائی چارے کے تصور سے ہندوستان اور گرد و نواح کی تہذیب و ثقافت پر دیر پا اثرات اس طرح مرتب کیے کہ امن، امداد ابھی اور روداری متعلقہ معاشرے کی اخلاقیات کا حصہ بن گئی۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر حسن غلط کے ثقافت پا اثرات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”صوفیا کا مسلک محبت و احسان اور ترکیبہ نفس ہے۔ وہ پہلے خود ترکیبہ نفس کر کے دوسروں کے لیے رحمت بنتے، پھر دوسروں کو محبت کا درس دیتے اور ان کے دلوں کا تصفیہ اور ترکیبہ کرتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ ان کی محبت و احسان میں ہی ان کی مقبولیت کا راز مضمرا ہے اور ان دو چیزوں کے ذریعہ سے ہی وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتے رہے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنے اس مسلک ہی کے طفیل اسلام کی عالمگیر اشاعت اور ثقافت اسلامی کی ترقی میں و تحسین اور ترویج و ارتقا میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ہے۔“^(۱۰)

حاجت مندوں کی حاجت روائی، ضرورت مندوں کی عقدہ کشائی اور بھوکوں کو پیٹ بھر روتی کی دستیابی جیسے کام بھی کسی علاقے میں امن کی بحالی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ دوسرا عظیم صوفیا کرام کی طرح خواجہ معین الدین پشتیمر حمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان بھی ہر ایک کے لیے بلا امتیاز رنگ نسل ہمیشہ کشادہ رہا۔ آپ کے دستر خوان پر آنے والوں کو ہمہ انوں کی طرح عزت اور وقار کے ساتھ کھانا پیش کیا جاتا تھا۔ اول تو آپ کسی امیرزادے، وزیر یا عہدے دار سے نذر انہوں نے فرماتے۔ اگر کر لیتے تو انہیں فوراً غرباً، ماسکین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔ زیادہ تر وہ اپنے لگرخانے پر آنے والوں کی ضروریات کو خود پورا کرتے اور اس کام کے لیے آپ نے باقاعدہ اپنے خاص مریدین اس خدمت پر معمور کیے تھے۔ اس کام کے لیے جس قدر قیمت درکار ہوتی آپ کا ایک خاص مرید آپ کی جائے نماز کا ایک کونا اٹھاتا اور خدا کی طرف سے عطا کر دہ لامحدود خزانوں میں سے ضرورت کے مطابق اٹھاتا۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اپنے دستر خوانوں پر آنے والے محتاجوں، غریبوں اور حاجت مندوں سے اس قدر اعلیٰ ظرفی اور اکمل سارے ساتھ پیش

آتے کہ آپ کے اخلاق کی عظمت کو دیکھ کر آنے والے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ بن کر دوسروں کے لیے رشد و ہدایت اور امن و سلامتی کا ذریعہ بن جاتے۔ طالب ہائی اپنی تصنیف ”تذکرہ خواجہ خواجہ گانسر کار غریب نواز حضرت خواجہ امیری“ میں قلم طراز ہیں:

”حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) غرباً اور مسامکین کے لیے سراسر رحمت و شفقت کا محسس تھے۔ غریبوں سے محبت فرماتے اور ان کی ضروریات پورا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے۔ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی آپ ہمیشہ نصیحت کرتے کہ درویشوں اور غریبوں سے محبت رکھو۔ جو ان کو دوست رکھتا ہے، اللہ اس کو دوست رکھتا ہے۔ غریبوں پر بے مثال شفقت کی وجہ سے آپ تاریخ میں غریب نواز کے معزز اور مؤقر القلب سے مشہور ہوئے۔“ (۱)

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک معتبر اور معروف نام آپ کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جن کو آپ نے دہلی اور گردوانہ کے لوگوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت پر معمور فرمایا تھا۔ مرشد گرامی کا یہ فیضان تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھنی سخاوت، میانہ روی، عدل و انصاف، مساوات کے ساتھ غریبوں اور محتاجوں کی دشمنی کے دل و جان سے قائل تھے۔ آپ کی محفل میں شریک ہونے والے لوگ متعدد مذاہب سے تعلق رکھتے تھے۔ قطب الدین ایک کے جانشین سلطان شمس الدین اتمش بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں شامل تھا اور پوری زندگی آپ کے عقیدت مندوں میں رہا اور مخلوق خدا کے امن اور اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا۔ سلطان شمس الدین اتمش وسیع سلطنت کا بااختیار حکمران تھا۔ اسی لیے اس کے دور حکومت میں دین اسلام کو بہت زیادہ تقویت اور فروغ ملا۔ اتمش کو اپنے مرشد گرامی خواجہ بختیار کا کی سے ازحد لگا تو تھا اور وہ صوفیائے کرام کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ چند بزرگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ ایک نوجوان آپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اترنا، احترام اور عقیدت سے آپ کے پاس کچھ دیر کھڑا رہا۔ جب جانے لگا تو آپ نے پاس موجود لوگوں سے کہا کہ ایک دن ہندوستان کا تخت و تاج اس نوجوان کا مقدر بنے گا۔ پھر چشمِ عالم نے وہ پیش گوئی کی ہے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ قطب الدین ایک نے اپنی بیٹی کی شادی شمس الدین اتمش سے کر دی اور قطب الدین ایک کے بعد ہندوستان کا تخت و تاج اس کے حصے میں آیا۔ ڈاکٹر حبیب اللہ اتمش

کے دور حکومت کی کامیابی اور صوفیائے کرام سے عقیدت کے حوالہ سے رقم طراز ہے:

"His was a remarkably successful reign. He took up Abik's unfinished work and against heavy odds and on imperfect foundation, built up a state whose sovereignty required great diplomatic skill to preserve.....Ferishta has recorded many instances of his being fond of and admires of Suifs. He had the privilege of the company of Khwaja Qutab-ud-Din Bakhtiar Kaki and Sheikh Bahauddin Zikriya Multani, also."⁽¹²⁾

صوفیائے کرام نے اپنے منفرد طرز حیات اور عمل کے ذریعہ سے ایسی اعلیٰ اخلاقی اقدار متعارف کروائیں جو ہر حوالہ سے معاشرے میں رواداری اور امن و استحکام کا موجب قرار پائیں۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں عقیدت مدت عمر اسی محبت والفت اور یا گنت والی شاہراہ پر گامزن رہے جس کی بنیادیں خود آپ نے مستحکم فرمادی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے مرید بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے پر چار میں مصروف عمل رہے۔ آپ کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیر کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی میں اور آپ کی شاعری میں ملشاری، خوش اخلاقی، رواداری، عاجزی اور انسان دوستی کے ساتھ امن اور محبت کا جادوال پیغام ہر ایک کے لیے موجود ہے۔ آپ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ محمد شاہد "اویاء اللہ" میں بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی اور انکساری سے متعلق ایک واقعہ کا حوالہ دیتے ہیں:

"حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بغیر کسی امتیازی شان یا نشست کے تشریف فرماتے۔ ایک دفعہ لنگر کے وقت کھانا تقسیم ہوا اور ایک رکابی (پلیٹ) میں دو دو افراد کھانا کھانے لگے۔ وقت بابا فرید کی نظر ایک مفلوک الحال شخص پر پڑی جو یوسیدہ لباس پہنے کیلئے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے ساتھ جا کر شریک تناول ہوئے۔ آپ نے افترافری اور سیاسی، سماجی، اخلاقی اور معاشرتی بدنظری اور اپتری سے دو چار معاشرے کو عدل و انصاف، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا فرق بتایا۔ انسانی وحدت اور مساوات کا درس دیا۔"⁽¹³⁾

خوش خلقی اور مساویانہ طرزِ عمل کے ذریعے صوفیانہ کرام نے ان لوگوں کے دل بھی جیت لیے جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض اوقات جب رواداری اور خوش خلقی سے بھی خود سرلوگ نہ قائل ہوئے تو کرامات کے ذریعے سے بھی اولیاء اللہ نے بندگان خدا کو قائم حکمرانوں سے نجات دلائی ہے۔ ان کی ایسی کاوشیں انجام کار، سازگار اور خوشنگوار ماحول پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوئی ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجیسرا رحمۃ اللہ علیہ جب اجیسرا تشریف لائے تو پرتوہی راج چوہان بر سر اقتدار تھا اور لوگوں پر اپنی مرضی کے فیصلے لا گو کرنے کا عادی تھا۔ اس نے آپ کے ایک عقیدت مند کی انگلی اس لیے کاٹ دی کہ عقیدت مند نے راج کے استعمال میں آنے والے دودھ کو ایک بڑھیا سے لے کر انگلی رگا کر دیکھا تھا کہ خالص ہو تو وہ بھی بڑھیا سے خرید لیا کریں۔ جب عقیدت مند آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ کے استفسار پر روشن علی نے پرتوہی راج چوہان کے انگلی کاٹ دینے کا واقعہ سنایا۔ آپ نے جلال کے عالم میں اسی وقت کہا کہ ”تم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کر دے دیا۔ اور پھر تاریخ شہادت ہے کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد شہاب الدین غوری اجیسرا پر حملہ آور ہوا اور پتھورا کو بھاگتے ہوئے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں:

”ایک دن پتھورا نے حضرت خواجہ کے مسلمان عقیدت مند کو تنگ کیا وہ شخص خواجہ کی

خدمت میں فریاد ہوا تو آپ نے فرمایا:

”پتھورا زندہ گرفتہم ودادیم“ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہی دنوں غرین میں سلطان معز الدین سام (عرف سلطان شہاب الدین غوری) نے لشکر کشی کی، پتھوار نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا اور بالآخر معز الدین سام کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس فتح کے بعد یہ ملک اسلام کے نور سے منور ہو گیا اور کفر و فتنہ کی جڑیں کٹ گئیں۔^(۱۵)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پرتوہی راج چوہان سے متعلق ایک اور واقعہ کا ذکر بھی اس تناظر میں مناسب ہے کہ جب آپ اجیسرا تشریف لائے تو ستانے کی غرض سے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ شتر بانوں نے کہا یہاں سے اٹھ جاؤ یہ راج کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ آپ نے کہا کہ اونٹوں کے لیے بہت سی جگہ ہے وہ یہاں بیٹھ جائیں گے مگر وہ بصدر ہے کہ اٹھ جاؤ یہ راج کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ آپ یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ اب یہاں اونٹ ہی بیٹھیں گے۔ راج کے اونٹ بیٹھ تو گئے مگر لاکھ تن کے باوجود وہ اٹھنہ سکے۔ وہ معاملہ سمجھ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جاوے اونٹ اٹھ جائیں گے۔ مرز احمد اختر دہلوی ”تذکرہ اولیائے پاک و ہند کلآل“ میں اس واقعہ سے متعلق خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کا ذکر کرتے ہیں:

”ہر چند شتروں کو اٹھایا وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ گویا سینے ان کے زمین سے چپک گئے تھے۔ آخر سب سے مشورہ کیا کہ جس فقیر کو یہاں سے ٹھہر نے نہ دیا تھا، اس کی بدعا لگی ہے۔ یہ سمجھ کر حضور کی خدمت میں آئے اور غدر چاہا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ بحکم خدا تمہارے شتر کھڑے ہو جائیں گے۔ جس وقت سار بانگلہ میں گئے فوراً شتر کھڑے ہو گئے۔“ (۱۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ دل پذیر متبسم شخصیت کے مالک تھے۔ ایک صد ابہار مسکراہٹ آپ کے ہونٹوں پر مچاتی رہتی تھی۔ آپ اپنے مخالفین اور جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمادیتے اور اپنے خلق کا اسیر بنا لیتے۔ اچھیر میں ہندو مذہب سے عقیدت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اسلام دشمنی کی غرض سے ہندوؤں کی ایک نمائندہ جماعت آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئی۔ آپ نماز میں محو تھے۔ دوران نمازوں بار بار ارادہ کرتے مگر ہمت نہ پڑتی اور سہم جاتے۔ آپ نے نماز سے فراغت کے بعد ان کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا کہ تمہاری مہمان نوازی کے لیے فقیر کے پاس ان جنگلی چھلوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ جس ارادے سے آئے ہو وہ پورا کرو فقیر تیار ہے۔ راجپتوں کی یہ نمائندہ جماعت نہ صرف آپ کے اخلاق سے متاثر ہوئی بلکہ دین اسلام کو ہمیشہ کے لیے اپنا لیا۔ لاکھوں لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی میانہ روی، وسیع القلبی، حسن اخلاق اور انسان دوستی کے گرویدہ ہو کر دوسروں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔ پروفیسر معین الدین دادائی ” مجلس صوفیہ“ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن اخلاق اور رواداری سے متعلق آپ کے ارشادات کا حوالہ دیتے ہیں:

”اہل سلوک کے لیے ہر قسم کی صوری و معنوی اخلاق و محسن کا حامل ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کے نزدیک تصوف نہ علم ہے نہ سرم بلکہ مشائخ رحمۃ اللہ کا ایک خاص وصف اخلاق ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے۔“

حاجت مندوں کی حاجت روائی سے متعلق ایک اور قول آپ رحمۃ اللہ کا نقل کرتے ہیں:

”حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص اور اد و ظاائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اور اد و ظاائف کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقتدروں کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔“ (۱۷)

معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بھی مذہبی رواداری کا ذریعہ نہیں۔ مثلاً، پر تھوڑی راج چوہاں کا ”انساگر“ سے آپ کے عقیدت مندوں پر پانی بند کرنا اور آپ کا ساغر کے تمام پانی کو اپنے خصوصاً لے برتن میں سمیٹ لینا اور ان کو معاف کر دینے پر پھر اسی برتن والے پانی کو ”انساگر“ میں انڈیل کر ”انساگر“ کو پھر پانی سے بھر دینا، آپ کا پر تھوڑی راج کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابله میں بھیجے جانے والے جادوگر ”شادی دیو“ اور ”بے پال“ کو شکست سے دو چار کرنا اور حلقہ بکوش اسلام بنالینا، سلطان الدین امتش کے دربار میں آپ کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عورت کا آپ پر غیر منکوحہ بچ کے باپ ہونے کا الزام لگانا اور آپ کے پوچھنے پر دو ماہ کے بچے کا قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں زبان سے بول کر بے گناہی کی گواہی دینا، مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور آپ کے عقیدت مندرجہ علی کی سزا کے طور پر انگلی کاٹ دیے جانے پر پر تھوڑی راج چوہاں کے بارے میں آپ کی پیشین گوئی پر پر تھوڑی راج کا شہاب الدین غوری کی فوج کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہونے جسی کرامات جہاں متعلقہ علاقہ جات میں فتح و فساد کا تدارک بنتی ہیں وہیں دین اسلام کی توسعی اور وہاں کے باشندوں پر مظالم کے خلاف امن و آشتوں کا باعث بنتی ہیں۔ رواداری، اخوت اور امن و محبت کا یہ اسلامی پیغام آپ کے مریدین، اولاد اور لاکھوں عقیدت مندوں کے ذریعہ پورے ہندوستان کے کونے تک پھیل جاتا ہے۔ سید محمد بن مبارک کرمی اس حوالہ سے رقم طراز ہیں:

”آفتابِ اہلِ یقین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نور اسلام میں تبدیل ہو گئی۔ اس ملک میں جس کو دولتِ اسلام ملی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہو گا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولادِ نسلِ درسل سب حضرت خواجہ کے نامہ اعمال میں ہوں گے۔“ (۱۸)

صوفیا کرام کے وصال کے بعد بھی ہزاروں عقیدت مند اور حاجت مندان کی تعلیمات اور ارشادات عالیہ سے نظم و نشر کی صورت میں امن و آشتوں اور عالمگیر معاشرتی بھائی چارے کا سبق حاصل کر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر بلا قفریق رنگِ نسل حاضرین کی کثیر تعداد ہر وقت موجود رہتی ہے۔ صوفیا کرام کے مزاراتِ مقدسے سے فیضانِ حق کے حصول کی بابت ایثار حسین اپنی تصنیف ”ہندوستان کے عظیم لوگ“ میں یوں لکھتے ہیں:

”یہاں امیر و غریب، شاہ و گدا سب کوہی فیض کی بھیک ملتی ہے۔ یہاں سب کی فریاد سنی جاتی

ہے اور روحانی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں سے کوئی محروم، مایوس والپس نہیں جاتا۔ ان

آستانوں پر اللہ تعالیٰ ان پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ ان بزرگانِ دین

میں سلطانِ الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی ابجیری رحمۃ اللہ علیہ کو خاص مقام حاصل رہا

ہے۔^(۱۹)

دنیا کے مختلف ممالک اور خطوط ہائے جات میں صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور کردار کی بدولت پر امن ماحول اور خوشگوار حالات کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے عمدہ اخلاق، ملمساری، انوت، مساوات، الفت و یگانگت اور عظمتِ انسانی جیسی اعلیٰ روایات و اقدار کو عملی طور پر لوگوں کے کردار کا حصہ بن کر عوامِ الناس کے دلوں پر حکمرانی کی ہے۔

حبِ الوطنی کے قائل ہوتے ہوئے انہوں نے حبِ انسانیت کا درس دیا ہے۔ انہوں نے اپنے آستانوں اور محافل میں آنے والوں کی روحانی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ پھرا یسے لوگ نہ صرف اپنے خاندان کے افراد بلکہ قبیلے اور ملک کے عوام کی اصلاح اور امن کا ذریعہ بن گئے۔ خواجہ معین الدین چشتی ابجیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اس تناظر میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ مظلوم انسانوں کو ظالموں سے نجات دلا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعلقہ خطوطِ جات کے حکمرانوں کی اخلاقی تربیت بھی اس انداز میں فرمائی کہ وہ عوامِ الناس کے ہادی و مسیحابن گئے۔ اپنے معتقدین، مریدین، اولاد اور ہر رنگ اور مذہب سے تعلق رکھنے والوں کو رداداری اور اخلاقیات کا ایسا ہمہ گیر و جامع پیغام دیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ احباب بالعلوم پوری دنیا اور باخصوص براعظم ایشیا کے عوام کے لیے پر امن ماحول اور اعلیٰ انسانی اقدار کے ضامن ہو گئے۔



حوالی و حوالہ جات

- ۱۔ البقرہ: ۳۰:، ص: ۳۰
 - ۲۔ البقرہ: ۳۰:، ص: ۳۰
 - ۳۔ البقرہ: ۲۷:، ص: ۲۷
 - ۴۔ شبی نہمانی، مولانا، سیرت النبی ﷺ، لاہور: دینی کتب خانہ، ۱۹۷۵ء، ص: ۲۸۳
 - ۵۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، کراچی: انجمان ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۳ء، ص: ۷
 - ۶۔ خان آصف، اللہ کے ولی، لاہور: القریش پبلیکیشنز، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۵۰
 - ۷۔ گلزار احمد مدینی، سیرت حضرت خواجہ معین الدین چشتی، لاہور: اسلام بک ڈپو، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۲
 - ۸۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، لاہور: مکتبہ عمار یاسر، سان، ص: ۲۱۰
 - ۹۔ عبدالجید سالک، مسلم ہنڈیب ہندوستان میں، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۲ء، ص: ۷۲
 - ۱۰۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، اسلامی ثقافت، لاہور: فیروز سنگھ، سان، ص: ۲۳۵
 - ۱۱۔ طالب ہاشمی، حضرت خواجہ جیری، سلطانِ الہند معین الدین چشتی، لاہور: شعاعِ ادب، سان، ص: ۱۶۰
12. Muhammad Tariq, Professor, History of India and Pakistan,
Lahore: Ferozsons, 1991, P:151
- ۱۳۔ بشیر احمد سعدی، دسوی، لاہور: مومن پبلیشرز، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۰۶
 - ۱۴۔ محمد شاہد (مرتب)، اولیاء اللہ، لاہور: علم و دوست پبلیکیشنز، سان، ص: ۲۳
 - ۱۵۔ محمد لطیف فریدی (مترجم)، انوار صوفیہ، لاہور: شعاعِ ادب، ۱۹۰۸ء، ص: ۲۸
 - ۱۶۔ محمد اختر دہلوی، تذکرہ اولیائے پاک و ہند، لاہور: فیمس بکس، ۱۹۸۹ء، ص: ۲۷
 - ۱۷۔ محمد معین الدین، پروفیسر، مجلس صوفیہ، کراچی، نفسِ اکیدمی، ۱۹۸۸ء، ص: ۲۷۵-۲۶۷
 - ۱۸۔ صادق زاہد، پروفیسر، عظیم صوفیائے کرام، لاہور: دارالشour، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۶۰
 - ۱۹۔ ایثار حسین، ہندوستان کے عظیم لوگ، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۲۶

